

معرفت اور استقبال رحمت

<?xml encoding="UTF-8?>

مکان بہت سے ہیں، لیکن کچھ فقط اُس کے ہیں۔
شہر بہت سے ہیں، لیکن کچھ اُسی سے منسوب ہیں۔

وقت کا دامن بہت وسیع ہے، لیکن چوبیس گھنٹوں پر محیط وقت کی اس چادر کے کچھ گوشے، اُس نے اپنے لئے منتخب کر لئے ہیں۔

بالکل اسی طرح سال میں آنے جانے والے موسم بھی بہت سے ہیں، لیکن اُس نے، اُن میں سے ایک کو اپنے لئے منتخب کر لیا ہے۔ صرف اپنے اور اپنے بندوں کے لئے! تاکہ جو ہمیشہ تلاش میں رہتے ہیں، اس خاص موقع، اس خاص رحمت سے فائدہ اُٹھائیں اور اُس کے ساتھ پہلے سے زیادہ نزدیک ہو جائیں!
اگر کوئی اس سفر میں پیچھے رہ گیا ہو تو اُسے ایک موقع اور دیا جائے، اور وہ اپنے آپ کو دوسروں تک پہنچا سکے!

اگر کوئی غفلت کا شکار ہے، اور اپنی حقیقت بین نظروں کو کھو چکا ہے تو، بیٹا ہو جائے، بیدار ہو جائے، اور اپنی حقیقی کامیابی اور خوشی کو درک کر لے۔۔۔!

یہ سب اُس کی عظیم رحمت کا تقاضا تھا کہ ایک ایسا موسم اپنے بندوں کے لئے فراہم کرے؛ جس میں وہ اپنی رحمت بے کنار کی تجلیاں دکھائے اور اس کے بندے، اُسی کی مدد سے اپنے شوقِ بندگی کا اظہار کریں۔ (ایاک نعبد و ایاک نستعین!)

یہ موسم بے قادر اور بے نیاز رب کی جانب سے اپنے کمزور اور محتاج، لیکن سرگرداں و پریشان بندوں کو ”مہمان“ بنانے کا!

اس نے اپنے مہمانوں کو اس عظیم دعوت کے لیے خود ہی تیار کیا۔ پہلے سے ایک ایسی فضا طاری کر دی جو ایک خاص مسافر کی آمد کی نوید دے رہی تھی۔ ایک معطر اور رنگین فضا۔ آسمانوں کی خوشبو سے معطر، افلاک کے رنگوں سے مزین۔ اُس نے خود ہی یہ بھی سکھایا کہ زمین پر رہتے ہوئے، وہ دید کیسے حاصل کی جائے جو ان رنگوں کو دیکھ سکے، اُن سے محظوظ ہوسکے۔ کیسے اُس معنوی قدرت تک پہنچا جائے کہ جس سے اس خوشبو کا احساس ہو۔

راستے میں رجب اور شعبان کے دنوں اور راتوں کے ساٹھ دیے جلائے، راہ کو منور کیا اور بتایا کہ یہ خاص راستہ کسی خاص منزل تک جا رہا ہے۔ رجب میں ولایت کے پھولوں اور شعبان میں رسالت اور اہل رسالت کی کلیوں سے آشنا کیا، اور یوں باغ ”توحید“ میں داخل ہونے کے لیے تیار کیا۔

اس نے خود بندوں کو مانوس کیا تاکہ جب اُس باغ تک پہنچیں تو تمام مصنوعی روشنیوں سے چشم پوشی کر لیں اور فقط اُس باغ میں موجود حقیقی روشنی سے استفادہ کریں۔ ہر پھول کی خوشبو کو اپنے وجود کا حصہ بنائیں اور ہر پھل کی مٹھاس سے لطف اندوز ہوں۔ ایسی معنوی کیفیت کو پالیں کہ جب اُس باغ توحید میں،

محبوب کی خاص تجلّی رونما ہو، تو آنکھیں اُس کی روشنی سے مانوس اور دِل اُس کی زیارت کے لیے تیار ہوں۔
یعنی وہی جو اس نعمتوں بھرے باغ کی بہار ہے، اس دسترخوان کی شان ہے، یعنی عاشق کے لیے محبوب کے الفاظ۔ ”قرآن کریم“۔۔۔!!

ظاہر ہے اگر کوئی اس راستے سے باغِ توحید میں داخل ہوا ہو اور اس وسیلے سے بہارِ رحمتِ خدا کی معرفت حاصل کی ہو، اور ان کا مشتاق ہوا ہو تو یقیناً بڑی بے تابی سے اس موسم کا انتظار کرے گا۔ ایک ایک پل گن گن کر گزارے گا، اپنی تمام توجہات کو ہر طرف سے ہٹا کر صرف اسی بات پر متمرکز کر لے گا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی پل گذر جائے اور وہ غافل ہو۔

اسی لئے وہ بیتاب بھی ہے اور محتاط بھی!

ایک سوال اُن سے اور خود اپنے آپ سے کرنا چاہتا ہوں!

ہماری کیا کیفیت ہے؟ کیا ہم مشتاق ہیں؟ کیا ہم انتظار کر رہے ہیں۔۔ اس موسم کا؟ کیا ہم اُس کے راستے پر چل رہے ہیں؟ کیا ہم نے ولایت کے دیوں سے روشنی حاصل کی ہے؟ کیا ہم رسالت کے موتیوں کو چننے کے لیے تیار ہیں؟ اور کیا ہمیں باغِ توحید کی خوشبو اور رونق للچا رہی ہے۔۔۔؟

اگر نہیں تو کیوں؟ کیا ہم محتاج نہیں؟ یا اس موقع کی تاثیر کو نہیں پہچانتے؟ وجہ کیا ہے۔۔۔؟

اور اگر ہاں تو شکر کا مقام ہے، لیکن کیا ہمیں ویسی معرفت حاصل ہے جس کے لیے یہ ساری تیاری کی گئی ہے؟

ہاں ہم بھی منتظر ہیں اور اس موسم کے استقبال کے لیے جاتے ہیں! لیکن کن سوچوں کے ساتھ۔۔۔؟ ذرا اپنے دِل سے پوچھیں۔

ماہ مبارک رمضان کا نام سنتے ہی کیا خیال ذہن میں آتا ہے؟ روزوں کی تکلیف اور ناقابلِ تحمل بھوک و پیاس کا تصور؟ بعض کے لئے اُن کی جیب پر آفت کا تصور؟ مختلف کھانوں اور افطار پارٹیوں کی رنگینیوں کا تصور؟ کرکٹ کے نائٹ میچوں کا تصور؟ عید کی تیاریوں کے اخراجات، اور پوری پوری رات بازاروں میں گھومنے کا تصور؟
البتہ ان مادی تصورات کے ساتھ کوئی نہ کوئی روحانی اور آخرتی تصور بھی آتا ہوگا، محافلِ قرآن، دینِ فہمی کے پروگرام اور سحری کی خاص نشریات کا خیال بھی ذہن میں آتا ہوگا، لیکن سوال یہ ہے کہ اُن کی ہمارے دِل میں کتنی جگہ ہے؟ اور اگر ہے، تو کیا اُن کی مناسب جگہ وہی ہے؟

اس سوال کے جواب اور فرق کو درک کرنے کے لئے ہمیں بحرِ معرفت کے ساحل پر جانا ہوگا، اور یہ دیکھنا ہوگا کہ کہاں اُن کی عمیق گہرائیاں اور کہاں ہماری گھونٹ بھرگدلی شناخت!!

شیخ صدوق ۲ حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلام ۰ نے شعبان کے مہینہ میں مسلمانوں کے درمیان ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں خدا کے اس نمائندہ نے اُس کے بندوں کو آنے والی دعوت سے مطلع کیا۔ اگرچہ رسول اکرم ۰ اس زمانے کے مسلمانوں کو خطبہ دے رہے تھے، لیکن یوں فرماتے ہیں:

”ایہا الناس قد اقبل الیکم شہرُ اللہ....“

اے لوگو! اللہ کے مہینہ نے تمہاری طرف رُخ کیا ہے۔۔۔

گویا رسول اللہ ۰ نے تمام بنی نوع انسان کو مخاطب قرار دیا اور انہیں اس آنے والے خاص مہمان کی نوید دی ہے۔ گویا آج بھی اُن کی آواز ہم سے مخاطب ہے۔ پس ماہ رمضان سے پہلے، اس آواز سے بہتر اور کونسے الفاظ ہونگے جن سے ہم اس مہینہ کا استقبال کریں اور جان لیں کہ کون ہے جو ہماری طرف آرہا ہے؟

شهر الله الاكبر:

ہر چیز جو پاک اور مقدس ہو، خدا سے تعلق پیدا کرتی ہے۔ مسجد ایک پاک سرزمین اور مقدس مکان ہے اسی لئے ”بیت اللہ“ ہے؛ قرآن کتاب مقدس ہے اسی لئے ”کلام اللہ“ ہے۔ امام حسینؑ بھی اللہ کے پاک بندوں میں سے ہیں اس لئے ”ثار اللہ“ ہیں (السلام علیک یا ثار اللہ)۔ اسی طرح اس مہینہ کے خاص مقام اور قداست کی دلیل یہ ہے کہ اسے ”شهر اللہ“ یعنی اللہ کا مہینہ کہا گیا ہے۔

ویسے تو کون و مکان میں جو کچھ ہے، سب اللہ کا ہے؛ (لہ ما فی السموات و ما فی الارض۔ جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ (سورہ بقرہ آیہ ۱۱۶) لیکن اس مہینہ کا ایک خاص تعلق ہے خداوند لا یزال سے جس کی توضیح اس خطبہ کے آنے والے جملہ دے رہے ہیں۔

اگر قارئین غور کریں تو یہ نہیں فرمایا کہ تم ایک ایسے مہینہ میں داخل ہو رہے بلکہ خود اس مہینہ کی آمد کا ذکر ہے۔ یہ خود علامت ہے اس محبت کی جو خدا کو اپنے بندوں سے ہے، چنانچہ ایک ایسے مہینہ کو اُن کی طرف بھیجا تاکہ وہ اس سے قرب اور اپنے کمال کا راستہ پا سکیں۔

ایک اور نکتہ یہ کہ: چونکہ یہ مہینہ خدا سے منسوب ہے، اس لئے اس کی تعظیم اور احترام، اللہ کے مقام کی تعظیم ہے، اور اس کی اہانت اور بے حرمتی، اللہ کے با عظمت مقام کا (نعوذ باللہ) مذاق اڑانا اور بے احترامی کرنا ہے۔

برکت‘ رحمت اور مغفرت: ”... بالبرکة و الرحمة و المغفرة...”

(اللہ کے مہینہ نے تمہاری طرف رُخ کیا ہے) برکت، رحمت اور مغفرت کے ساتھ۔

یہ مہینہ خالی ہاتھ نہیں آیا بلکہ مالک کی طرف سے غلام کے لئے خاص تحفے لے کر آیا ہے۔

”برکت کے ساتھ“۔ یعنی اچھائیوں، خیر اور نعمتوں کے ساتھ جو باقی رہیں گی اور ترقی کرتی جائیں گی۔ پس انسان کے لئے اچھا موقع ہے کہ وہ اللہ کی ان نعمتوں کو حاصل کرے جو اس کے پاس رہیں گی۔

بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ یہ نعمتیں اور برکتیں، سحر اور افطار کے سفرے کا رنگین اور انواع و اقسام کی غذاؤں سے پُر ہونا ہے۔ لیکن یہ خیال ایسے لوگوں کا ہے جن کا مقصد اور منزل فقط یہ دنیا اور اس کی مادی چیزیں ہیں اور وہ لوگ اللہ اور اس کی عطاؤں کی معرفت نہیں رکھتے۔ لیکن، جیسا کہ یہ خطبہ آگے چل کر خود اعلان کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی حقیقی اور ہمیشہ باقی رہنے والی برکتیں کچھ اور ہی ہیں۔

رحمت کے ساتھ:

رحمت یعنی اللہ تعالیٰ کی خاص توجہ، بھلائی اور عطائیں۔ ”اللہ کی رحمت“ درحقیقت وہ ”وسائل“ ہیں جن کی انسان کو اپنے کمال تک پہنچنے کے لئے ضرورت ہے۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت تمام ذرات کون و مکان کو گھیرے ہوئے ہے، ”و رحمתי وسعت کل شیء“ (الاعراف - ۱۵۶) اور سال کے باقی گیارہ مہینوں میں بھی، بہانے بہانے سے اللہ کی طرف سے بندوں پر اس کی رحمت نازل ہوتی رہتی ہے، کبھی عمومی طور پر اور سب کے لئے اور کبھی خصوصی طور پر اور صرف اس کے خاص بندوں کے لئے؛ کبھی مادی، تو کبھی روحانی؛ اور کبھی کسی اور

شکل میں۔۔۔ لیکن دوسرے ایام کی رحمت ایک طرف اور ماہِ مبارک کی رحمت ایک طرف۔ اس مہینہ کا ایک ایک پل، ایک خاص غذا لے کر آتا ہے تاکہ انسان اس دسترخوان سے اپنی روح کو پوری طرح سیراب کرلے۔ یہ ایسی غذا ہے جو صرف اسی مہینہ میں میسر ہوتی ہے۔ اب اگر کوئی ان میں سے کسی ایک کو بھی تناول کرلے، تو کیا اُس کا آج اُس کے گذرے ہوئے کل کی طرح ہوگا؟ جس طرح ایک مقوی اور صاف غذا کھانے کے بعد، ایک خاص قسم کی توانائی ملتی ہے، چہرے اور جسم پر اس کے خاص اثرات مرتب ہوتے ہیں، اسی طرح روزہ دار کی روح پر بھی ان روحانی غذاؤں کے اثرات مترتب ہونے چاہئیں۔ قرآن کا نزول، اچھے اعمال کے اثرات میں اضافہ، معصومین کی طرف سے دعاؤں کے ایک عظیم اور قیمتی خزانہ کا تعارف،۔۔۔ یہ سب اور بہت سی دوسری مثالیں رحمت کی نشانیاں ہیں۔

مغفرت کے ساتھ:

اللہ کا یہ مہینہ انسانوں کو موقعہ فراہم کرتا ہے کہ اگر چاہیں تو نہایت آسان وسیلوں کی مدد سے اپنے رب کی طرف پلٹ آئیں۔

.. اگر گناہ کئے ہیں اور اس کی طرف رُخ کرنے سے کترا رہے ہیں،

.. اگر شرم و حیا کی وجہ سے اس کے گھر کی طرف قدم اُٹھ نہیں پارہے، کہ وہاں اس کے اچھے اور دیندار بندے ہمیں دیکھ کر یہ نہ سوچیں کہ: ”یہ یہاں کہاں؟!!“

.. اگر سال کے دوسرے دنوں میں، کسی بھی وجہ سے ہچکچاہٹ تھی بھی، تو جان لیں کہ ماہِ مبارک رمضان

محروموں کا مہینہ ہے۔

دور ہو جانے والے بندوں کا خالق سے قریب ہونے کا مہینہ ہے۔

اُس کا دروازہ تو ہمیشہ ہی کھلا تھا، لیکن یہ مہینہ بندوں کی خاموش اور شرمندہ زبانوں کے قفل توڑ دینے کا مہینہ ہے۔

کسی کو یہ حق نہیں کہ اس ماہ میں کسی کی طرف دیکھ کر تعجب کرے۔ کیوں کہ یہ دعوت عمومی ہے۔ سب ہی کو بلایا گیا ہے۔ اور اُن کے رب کی دعوت پر، عزت و احترام کے ساتھ لائے گئے ہیں تاکہ وقار سے آئیں اور چپکے سے اپنے آقا کی مغفرت و رضا لے جائیں۔ اس ماہ میمغفرت کے بہانے اس قدر زیادہ ہیں کہ اسی خطبہ میں پیغمبر اکرم ؐ فرماتے ہیں:

”شقی ہے وہ شخص جو اس مہینہ میں خدا کی مغفرت سے محروم ہو۔“

اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام:

اگلے جملات میں رسول اکرم ؐ فرماتے ہیں:

”یہ ایک ایسا مہینہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مہینوں سے افضل ہے۔ اس کے دن بہترین دن، اور راتیں بہترین راتیں ہیں، اور اس کے اوقات (لمحات اور گھنٹے) بہترین اوقات ہیں۔“

یہ جملہ بھی دوسرے جملوں کی طرح حقائق سے پردہ اُٹھا رہا ہے۔ یہ ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ کے نزدیک اس مہینہ کا کیا مقام ہے، اس کے دنوں اور راتوں کی کیا اہمیت ہے، تاکہ اس کے بندے بھی ان کو اسی نظر سے دیکھیں۔ یعنی اگر کوئی مہینہ ہماری نظر میں سال کا بہترین مہینہ ہے تو وہ ماہ رمضان ہونا چاہیے۔ اگر ہم سے سال کے بہترین دنوں اور راتوں کا سوال کیا جائے تو ہم فوراً اسی مہینہ کا نام لیں، نہ کہ دوسرے دنوں اور راتوں کا۔ یہ حقیقی مسلمان اور مومن کی پہچان ہے، کہ آیا اس کی پسند اور ناپسند بھی خدا اور اس کے چاہنے والوں کی پسند اور نا پسند کے مطابق ہے یا نہیں؟

بندوں کا مقام:

”...ایسا مہینہ ہے کہ جس میں تمہیں اللہ کی دعوت کی طرف بُلایا گیا۔ اور اس میں تم کو اللہ کے اہل کرامت (بندوں) میں سے قرار دیا گیا۔ اس (مہینہ) میں تمہاری سانسیں تسبیح اور تمہارا سونا عبادت ہے۔ تمہارا عمل مقبول اور دعا مستجاب ہے۔ پس اللہ، اپنے رب سے مانگو، سچی نیتوں اور پاک دلوں کے ساتھ کہ وہ تمہیں اس مہینہ کے روزے رکھنے اور اپنی کتاب کی تلاوت کرنے کی توفیق دے۔ یقیناً شقی ہے وہ شخص جو اس عظیم مہینہ میں اللہ کی مغفرت سے محروم رہے۔“

اس مہینہ کی عظمت کو بیان کرنے کے بعد پیغمبر اکرم اللہ کے ان بندوں کا مقام بتا رہے ہیں جن کو یہ مہینہ نصیب ہوا اور اس کی برکت سے وہ عزت و احترام کا محور بن گئے ہیں۔ دعوت کے حوالے سے یہاں چند نکات قابل غور ہیں:

۱۔ میزبان اپنے مہمان کی عزت کرتا ہے۔ یہ ایک فطری تقاضا ہے اور اس کی اہمیت کو سمجھانے کے لئے کسی خاص دین یا ثقافت کی بھی ضرورت نہیں۔ خاص طور پر ایسے مہمان کا احترام لازمی ہے جسے خود دعوت دے کر بُلایا گیا ہو۔ ایسے مہمان کو کبھی بھی نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا یا اسے قبول کرنے سے انکار نہیں کیا جاتا۔

۲۔ مہمان کی تمام ضروریات کو پورا کرنا، میزبان کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک اچھا میزبان، مہمان کے اظہار کرنے سے پہلے ہی، اُس کی ضرورت کی چیزیں فراہم رکھتا ہے۔ اب یہ مہمان کا کام ہے کہ وہ ان وسائل سے استفادہ کرے یا نہ کرے۔

۳۔ ’مہمان‘ کی خاطر تواضع ’میزبان‘ کے معیار کے مطابق ہوتی ہے۔ مہمان کتنا ہی غریب اور مسکین ہو، میزبان اپنی شان کے مطابق دسترخوان سجاتا ہے۔ مہمان کی طرف سے فقط ایک توجہ درکار ہے کہ وہ ان نعمتوں کی طرف دیکھے اور اُن سے حتی المقدور استفادہ کرے۔

۴۔ جو میزبان فقط مہمان کے آجانے سے خوش ہوتا ہو، یا گھر میں سونے پر بھی اس کی عزت کرتا ہو، وہ درحقیقت یہ اعلان کرتا ہے کہ اسے اپنے مہمان سے بے انتہا محبت ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس بات کا بھی انتظار نہیں کرتا کہ مہمان اس سے کچھ چاہے اور وہ عطا کرے بلکہ بغیر مانگے ہی عنایت کر دیتا ہے۔

۵۔ دعوت سے بہترین استفادے کے لئے پوری توجہ ہونا ضروری ہے۔ لہذا توجہات کو دوسری جانب سے ہٹانا اور میزبان کی رہنمائی کے مطابق عمل کرنا لازمی ہے۔ اس دعوت میچونکہ حق تعالیٰ انسان کو اس کے بھولے ہوئے مقام کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہے اسی لئے اسے حکم دیا کہ کچھ دیر کے لئے اپنے آپ کو ظاہری نعمتوں سے دور رکھے اور اُن کی طرف توجہ بھی نہ کرے تاکہ اس کے دل کی آنکھیں کھل جائیں اور وہ حقیقی نعمتوں کو دیکھ سکے۔ شاید اسی لئے فرمایا کہ اس مہینہ میں روزہ رکھنے کی توفیق طلب کی جائے۔

۶۔ اگر میزبان سفرے پر موجود کسی نعمت کا بذاتِ خود تعارف کرائے اور اس پر فخر کرے، تو یقیناً وہ چیز دسترخوان کی شان ہوگی۔ مہمان کو چاہیے کہ اُس سے محروم نہ رہے۔ قرآن کریم اس مہینہ کی نعمتوں کا نقطہ عروج ہے۔ اس کی تلاوت کی توفیق حقیقتاً طلب کرنے کے لائق ہے۔

۷۔ اس تمام جود و سخا کے باوجود اگر کوئی اس دعوت سے خالی ہاتھ لوٹ آئے تو اُسے کیا کہیے گا؟ آیا ”شقاوت“ کے علاوہ بھی کوئی اور لفظ ہے؟ (العیاذ باللہ)

۸۔ اتنے کریم اور شفیق میزبان کی ان عطاؤں کو حاصل کر کے کیا مہمان شکر کا دروازہ کھولنا نہیں چاہے گا؟ کیا اس کی محبتوں کا جواب بے رُخی سے دے گا؟ کیا بے زاری کے ساتھ یہ کہنا کہ ”روزوں کا یہ سلسلہ نجانے کب ختم ہوگا۔“ خود اپنی ہی جہالت اور غفلت کا ثبوت نہیں ہے؟ ہر صاحبِ عقل مہمان میزبان کی تمام عطاؤں سے لطف اندوز ہونے کی پوری کوشش کرے گا۔ وہ چاہے گا کہ یہ نعمتیں ہمیشہ اس کے ساتھ رہیں، بلکہ اُس کے وجود کا حصہ بن جائیں۔ میزبان کی باتوں کو، جو وہ اُس سے کرنا چاہتا ہے، غور سے سنے گا۔ اُس کے کلام کو پڑھے گا۔ ان نعمتوں کو پاکر، اپنا دل و جان میزبان کے سامنے تسلیم کر دے گا۔ بلکہ میزبان سے، خود اُسی کو مانگ لے گا۔ البتہ ان سب کا دارومدار بندہ کی معرفت اور شناخت پر ہے۔

روز ہ دار کی ذمہ داریاں:

اس کے بعد رسول اکرم ؐ نے اُن وظائف اور ذمہ داریوں کا ذکر کیا ہے جو روزہ دار کی ہیں، تاکہ وہ اس موقع سے بھرپور فائدہ اُٹھا سکے۔ ہم یہاں چند ایک کو ذکر کرتے ہیں:

”اس میں اپنی بھوک اور پیاس سے، روز قیامت کی بھوک اور پیاس کو یاد کرو۔“

جب ایک انسان اپنی آخرت کو، روزِ قیامت کو اور اس دن کی ضروریات کو یاد کرے گا تو یقیناً اس دن کی آسانی کے لئے کوشش بھی کرے گا۔ بعد والے نکات، اسے اس ہدف میں مدد دیں گے۔

”فقراء و مساکین کو صدقہ دو۔

اپنے بڑوں کا احترام کرو، اور چھوٹوں پر رحم کرو۔

صلہ رحم انجام دو۔

اپنی زبانوں کی حفاظت کرو۔

جس چیز کا دیکھنا خدا نے حلال نہیں کیا، اس سے اپنی آنکھوں کو بند کرلو۔

جس چیز کا سننا حلال نہیں کیا اُس سے اپنے کانوں کو بند کرلو۔
لوگوں کے یتیموں سے شفقت کرو تاکہ تمہارے یتیموں سے شفقت کی جائے۔“

طلبِ توبہ، استغفار اور دعا:

”.. اپنے ہاتھوں کو، نماز کے اوقات میں اللہ کی طرف اُٹھاؤ۔ کیونکہ وہ بہترین اوقات ہیں کہ جن میں خداوند عز و جل، اپنے بندوں پر رحمت کی نظر کرتا ہے اور جب وہ اُس سے مناجات کرتے ہیں تو وہ جواب دیتا ہے، اور اُن کی پکار پر لبیک کہتا ہے، اور اُن کی دُعا کو قبول کرتا ہے۔“

اس مہینہ میں ایک بہت ہی دلچسپ بات یہ ہے کہ اس میں بندہ اور خالق دونوں کی طرف سے ایک دوسرے کے لئے پیغامِ رسانی ہوئی ہے۔ ربّ نے اپنے محبوبِ نبی ؐ کے ذریعہ اپنے بندوں کو پیغام بھیجا نیز ہر سال شبِ قدر میں سال بھر کے امور اپنے ولی (عج) پر نازل فرماتا ہے اور دوسری طرف سے بندوں سے بھی کہا کہ اپنے دل کی باتیں، اپنی خواہشات اور اپنی آنکھوں میں اشک لے کر مجھ سے بات کرنے چلے آؤ۔ خاص طور پر اہل بیتؑ کے در سے، اس ماہ کی دعاؤں کا جو موجیں مارتا سمندر مسلمانوں کو عطا ہوا ہے، وہ کسی خزانہ سے کم نہیں۔

پس خالق سے مخلوق کی طرف اور مخلوق سے خالق کی طرف یہ دوطرفہ گفتگو رواں دواں ہے، اور رسالت اور خاندانِ رسالتؑ اس میں واسطہ اور وسیلہ ہیں۔

اعمال کا نتیجہ چند گنا ہوجاتا ہے:

اس خطبہ میں ارشاد کردہ رسول اکرم ؐ کے بہت سے جملوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے اعمال، جو وہ اس مہینہ میں انجام دیتا ہے، آخرت میں اسے چند گنا ہوکر ملیں گے۔

۱۔ طولانی سجدہ:

”اے لوگو! .. تمہاری پیٹھ پر تمہارے گناہوں کا بھاری بوجھ ہے۔ پس اپنے سجدوں کو طولانی کر کے اسے ہلکا کرو۔“

۲۔ نمازی اور سجدہ گزار:

”..جان لو کہ خداوند عز و جل نے اپنی عزت کی قسم کھائی ہے کہ وہ نمازیوں اور سجدہ کرنے والوں کو عذاب نہیں کرے گا اور اُن کو اُس دن جب لوگ تمام عالمین کے ربّ کے حضور حاضر ہوں گے، آگ سے نہیں ڈرائے گا۔“

یہ ہے اس مہینہ میں طولانی سجدوں اور نماز کی جزا۔

۳۔ روزہ دار کو افطار کرانا:

”اے لوگو! تم میں سے جس نے بھی اس مہینہ میں ایک مومن روزہ دار کو افطار کرایا، اس کے بدلہ اللہ کے ہاں اس کے لئے غلام آزاد کرنے کے (ثواب کے) برابر ہے اور گزشتہ گناہوں کی مغفرت ہے۔“

یہ ایک مومن روزہ دار کی افطار کا ثواب ہے اگرچہ کھجور یا ایک گلاس پانی ہی سے افطار کیوں نہ کرایا ہو۔ لیکن ظاہر ہے یہاں بھی نیت دوسرے تمام اعمال کی طرح خالص ہونی چاہیے۔ یعنی عمل صرف خدا کے لئے ہو؛ دُنیا کو دکھانے، اپنے اسٹیٹس کو برقرار رکھنے یا خدا نخواستہ کسی کو نیچا دکھانے کے لیے نہ ہو۔

یہاں وہ افطار پارٹیاں یقیناً مُراد نہیں ہیں جن کی کھجوریں اور نمک تک بیت المال اور عوام کے حق کو غصب کر کے مہیا کیا جاتا ہے اور اُن محلوں میں سجائی جاتی ہیں جن کی بنیادوں میں مظلوموں اور غریبوں کا خون ہوتا ہے۔

۴۔ اچھا اخلاق:

”اے لوگو! جس نے اس مہینہ میں اچھے اخلاق کا مظاہرہ کیا، یہ اُس کے لئے (پُل) صراط کا پروانہ ہوگا، اُس دن جب قدم لڑکھڑا رہے ہوں گے۔“

بھوک اور پیاس برداشت کرنے کی تیاری کے ساتھ ساتھ اس ماہ کی تیاریوں میں ایک اہم عادت اخلاق کا ٹھیک کرنا ہے۔ معاشرہ میں یہی دیکھا گیا ہے کہ لوگوں کے ساتھ اچھا برتاو کرنا روزہ دار کے لئے ایک کٹھن امتحان بن جاتا ہے۔ اچھی بات کا اچھا جواب دینا تو کوئی کمال نہیں، مشکل وہاں آتی ہے جب زیادتی کے جواب میں زیادتی سے ہاتھ روکنا پڑتا ہے۔ لیکن اگر ہمارا پہلے سے یہ عزم ہو اور اس جزا کو سامنے رکھیں کہ جو اس کنٹرول کے مقابلہ میں ملے گی تو شاید یہ چیز آسان ہو جائے

۵۔ ماتحتوں پر مہربانی:

”تم میں سے جو کوئی بھی اپنے غلاموں سے کم کام لے گا، خدا اُس کے اوپر حساب کو آسان کر دے گا۔ اور جس نے اپنے شر کو (دوسروں سے) روکے رکھا، خدا اپنے غضب کو اُس سے روک دے گا۔“

ہوسکتا ہے کسی کے ذہن میں خیال آئے کہ آج کل تو غلام و کنیز نہیں ہوتے پھر کیسے اس نصیحت پر عمل کر کے اس کی جزا تک پہنچا جائے؟ یہ صحیح ہے کہ آج غلام و کنیز نہیں ہوتے، لیکن غور کرنے کی ضرورت ہے کہ جولوگ انسان کے اختیار میں ہیں، اور اُسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ جتنا چاہے اُن سے کام لے، اگر وہ ایسے لوگوں سے اس مہینہ میں کم کام لیتا ہے تو خدا اُس کے لئے عظیم جزا قرار دے گا۔ جو لوگ اپنے چند گھنٹے اُسے دیتے ہیں، اُس کے پاس کام یا جاب کرتے ہیں، اُن کو اوور ٹائم پر مجبور نہ کرنا اور جاب کے وقت بھی اُن سے زیادہ بھاری کام نہ لینا شاید اس سے بھی زیادہ جزا رکھتا ہو۔ اب ہم اُن کی بات کیا کریں جو اپنی مرضی سے اور انسان کی مدد کے لئے اس کے گھر وغیرہ میں، مفت میں اس کی خدمت کرتے ہیں؛ مثلاً انسان کے بیوی بچے۔ لیکن اکثر اوقات اُن کی مرضی پوچھے بغیر ہی سارے مہینہ کی سحری اور افطار کا مینو، اُن کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے، اور توقع یہ ہوتی ہے کسی چیز میں کوئی کمی نہ ہو اور ہر چیز ٹائم پر ملنی چاہیے۔ آیا رسول اللہ ؐ کے

بتائے ہوئے روزہ دار کا یہی طریقہ ہونا چاہیے؟ یہ الگ بات ہے کہ گھر والے خود، ایک مومن کی افطار کے ثواب کے لیے، اللہ کی خوشنودی کے لیے یہ کام خوشی سے انجام دیں، تاکہ خود بھی سرخرو ہوں اور اپنے مرحومین یا والدین کو بھی سرخرو کریں۔

۶۔ نماز :

”... اور جو شخص اس میں مستحب نماز ادا کرے، خدا اس کے لئے آتش (جہنم) سے آزادی کا برآت نامہ لکھ دے گا۔ اور جس نے اس ماہ میں واجب کو انجام دیا اس کے لئے، دوسرے مہینوں میں ادا کی جانے والی، ستر واجبات کا ثواب ہوگا۔“

۷۔ صلوات:

”... اور جس نے اس ماہ میں مجھ پر بہت زیادہ درود بھیجا، خدا اس دن جس دن میزان ہلکے ہوں گے، اُس کے میزان کو بھاری کر دے گا۔“

اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور نعمتوں تک اللہ کے بنائے ہوئے واسطوں کے بغیر پہنچنے کی کوشش کرنا، ایک سعی لاحاصل ہے۔ جب تمام اعمال؛ یعنی نماز، روزہ، حج وغیرہ کا حساب ہوچکے اور مومن کا میزان پھر بھی ہلکا رہے، تب انہی وسیلوں اور واسطوں کی ضرورت پڑے گی۔ یہ نکتہ بھی واضح ہے، اور مختلف دلائل بھی اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر صلوات اُن کی آل پر درود بھیجے بغیر کامل نہیں ہوتی۔

۸۔ تلاوت قرآن:

”اور جس نے اس ماہ میں قرآن کی ایک آیت کی تلاوت کی، اُس کے لئے باقی مہینوں میں ایک ختم قرآن کے برابر ثواب ہے۔“

قرآن کریم اور رمضان المبارک، ایک ایسا مربوط موضوع ہے جسے اُجاگر کرنے کے لیے کئی مقالات اور کتابیں درکار ہیں۔ یہ مختصر جملہ اسی کو بیان کر رہا ہے، اور بتا رہا ہے کہ یہ مہینہ قرآن کی بہار ہے، اور اس کی تلاوت اور اس میں غور و فکر، ماہ مبارک کے پروگرام کا ایک ضروری حصہ ہونا چاہیے۔ تمام مقدمات فراہم ہیں۔ ”ہے کوئی مرد؟!!“:

”اے لوگو! جنت کے دروازہ کھلے ہیں، پس اپنے رب سے دُعا کرو کہ تمہارے لئے بند نہ ہو جائیں۔ اور جہنم کے دروازے بند ہیں، پس اپنے رب سے درخواست کرو کہ تمہارے اوپر کھول نہ دیئے جائیں۔ اور شیاطین زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں، پس اپنے رب سے چاہو کہ اُن کو تم پر مسلط نہ کرے۔“

خطبہ کے اس حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ کی سعادت اور کامیابی کے تمام راستے اس مہینہ میں کھلے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ جنت کی طرف جانے والی راہ صاف ہے بلکہ جہنم کے راستے کو بھی بند کر دیا گیا ہے۔ اور تو اور، انسان کے بیرونی دشمن کو بھی قید میں ڈال دیا گیا ہے کہ اس مہینہ میں انسان کو تنگ نہ کرسکے۔ پس انسان کے پاس صرف اُس کا اندرونی دشمن ہے یعنی اُس کا نفس۔ اگر کوئی خود چاہے اور اپنے نفس کو لگام دے کر رکھ سکے، تو اپنے لیے اس ماہ میں سعادت اور جنت کو خرید سکتا ہے اور جہنم کی آگ کو خود پر حرام کرسکتا ہے۔ اس مقدمہ کے ساتھ، اس کے بعد آنے والا سوال، جو ایک وصی کا اپنے آقا سے، ایک جانشین کا اپنے

مولا سے ہے، انتہائی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اس ماہ کا بہترین عمل:

یہاں حضرت امیر المومنینؑ رسول اللہ ؑ سے پوچھتے ہیں: ”یا رسول اللہ! اس ماہ میں بہترین عمل کیا ہے؟“ رسول اللہ ؑ نے فرمایا: ”اے ابو الحسن! اس مہینہ میں سب سے بہترین عمل، حرام خدا سے پرہیز ہے۔“ اللہ کے نبیؐ سے یہ سن کر کہ اس ماہ میں تمام وسائل تیار اور ساری راہیں کھلی ہوئی ہیں، یہ شوق پیدا ہوتا ہے کہ کونسا عمل کریں جو اس مہینہ میں سب سے افضل ہو؟

روزہ ہے ہی دوری اور پرہیز کا نام۔ صرف مادی چیزوں سے پرہیز نہیں، بلکہ آنکھوں کا پرہیز، کانوں کا، ہاتھوں کا، زبان کا، نیت کا، دل کا۔۔ غرض پورے وجود کا حرام خدا سے پرہیز کرنا اور صرف بندگی کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کا نام روزہ ہے۔ شاید اسی لیے حرام سے پرہیز کو اس مہینہ کا بہترین عمل کہا گیا ہے۔

یہ سوال اور یہ جواب، یہ سوال کرنے والا اور جواب دینے والا، اور اس کے بعد رونما ہونے والا واقعہ اور گفتگو، یہ سب اپنے اندر حقائق کا ایک سمندر، اور ایک عظیم دُنیا سموئے ہوئے ہے، جو مصنف کے احاطہ علمی سے باہر اور اس تحریر کے دامن سے دور ہے اور موضوع کی حدود میں بھی گنجائش نہیں۔

قارئین نے یقیناً توجہ کی ہوگی کہ اس مہینہ میں گناہوں اور حرام سے پرہیز کی اتنی تاکید اور اہمیت ہے کہ رسول اللہ ؑ نے علیؑ جیسے سوال کرنے والے کے جواب میں بھی اسی کو بہترین عمل قرار دیا۔ اور جواب پانے والے کے بھی مقام کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ کس طرح اپنے رہبر ؑ کی نصیحت کو اپنے دل میں اُتارا اور نہ صرف اس مہینہ میں بلکہ اپنی تمام عُمر میں اسے ہاتھ سے نہ جانے دیا، اور آخر تک اپنے آپ کو اپنے ربؐ کی ناراضگی سے بچایا۔ یہاں تک کہ اسی ماہ کی شب قدر کے بعد فرمایا:

”فُزْتُ وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ“

خدائے متعال اپنی محبوب ہستیوں کے صدقے میں ہم سب کو اس بہترین موقعے کے لئے تیار کرے اور خود ہی ہماری سعادت کے راستوں کو ہمارے لئے استوار فرمائے۔ آمین!